

میلاد النبی

آج اُس عظیم شان انسان کا جنم دن ہے جو زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لئے رحمت بن کر آیا تھا اور وہ اصول اپنے ساتھ لایا تھا جن کی پیروی میں ہر فرد انسانی، ہر قوم و ملک، اور تمام نفع انسان کے لئے یکساں فلاح اور سلامتی ہے۔ یہ دن اگرچہ ہر سال آتا ہے، مگر اب کے سال یہ ایسے نازک موقع پر آیا ہے جب کہ زمین کے باشندے ہمیشہ سے بڑھ کر اُس دانائے کابل کی رہنمائی کے محتاج ہیں معلوم نہیں مشربہ بارڈر ٹلنے اچھی طرح بیان بوجھ کر کہا تھا یا بسے جانے بوجھے، مگر جو کچھ انہوں نے کیا وہ بالکل سچ تھا کہ محمدؐ کو اس وقت دنیا کے ڈکٹیٹر موبتے تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا۔ میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود نہ سہی، ان کے پیش کردہ اصول تو بے کم و کاست موجود ہیں، ان کے اصولوں کو بھی اگر ہم راستبازی کے ساتھ ڈکٹیٹران میں تو وہ سائے فتنے ختم ہو سکتے ہیں جن کی آگ سے آج نسلِ آدم کا گھر جہنم بنا ہوا ہے۔

اب سے چودہ سو برس پہلے جب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قدم رکھا تھا اس وقت خود ان کا اپنا وطن اخلاقی لپستی، بد نظمی اور بد امنی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ قرآن میں اس وقت کی حالت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے کہ ”تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے جس سے خدا نے تمہیں بچایا“ اس سے کچھ بہتر حالت دنیا کے دوسرے ملکوں کی نہ تھی۔ ایران اور مشرقی رومی سلطنت اس وقت انسانی تہذیب کے دوسرے بڑے گہوائے تھے۔ اور ان دونوں کو ایک طرف آپس کی بہیم لڑائی اور دوسری طرف خود اپنے گھر کے معاشرتی امتیازات، معاشی ناہمواری اور مذہبی جھگڑوں نے تباہ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور تئیس برس کے اندر انہوں نے نہ صرف عرب کو بدل ڈالا بلکہ ان کی رہنمائی میں عرب نے جو تحریک اٹھی تھی اس نے ایک چوتھائی صدی کے اندر غہ خیال رہے کہ یہ جنگ عظیم نہیں اس کے انتہائی زور کا زمانہ تھا۔

ہندوستان کی سرحدوں سے شمالی افریقہ تک دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اخلاق، تمدن، معیشت سیاست، غرض ہر شعبہ زندگی میں درست کر کے رکھ دیا۔

یہ اصلاح کیونکر ہوئی؟ ایک مختصر گفتگو میں اس کی ساری تفصیلات بیان کرنا ناممکن ہے لیکن اس کے موٹے موٹے اصول نیز آپ کے سامنے بیان کر دیں گا۔

سب سے پہلی چیز جس پر انہوں نے زور دیا وہ یہ تھی کہ تمام انسان صرف خدا کے واحد کو اپنا آفاک، مالک، معبود اور حاکم تسلیم کریں۔ خدا کے سوا کسی کی بندگی قبول نہ کریں۔ صرف مذہب کے محدود دائرے ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے سارے معاملات میں تنہا خدا کے اقتدار اعلیٰ کے آگے ہچک جائیں۔

اس کے ساتھ دوسری اہم چیز ان کی تعلیم میں یہ تھی کہ انسان کی مطلق العنانی اور غیر ذمہ داری کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ ہر انسان فرداً فرداً اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ سمجھے اور اسی طرح انسانی جماعتیں بھی، خواہ وہ خاندانوں اور قبیلوں کی شکل میں ہوں یا طبقات کی شکل میں، قوموں کی شکل میں ہوں یا ریاستوں اور حکومتوں کی شکل میں، ہر حال خدا کے حضور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا تصور ہی یہ پیش کیا کہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ یا نائب ہے، اُس کو جس قدر اور جس حیثیت میں بھی کچھ اختیارات حاصل ہیں دراصل وہ اس کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں بلکہ خدا کے دیئے ہوئے ہیں اور ان کے استعمال میں وہ بالآخر خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔

خدا کی اقتدار اعلیٰ اور انسانی خلافت کی بنیادوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کے درمیان منصفانہ وحدت و اتفاق کا وہ رشتہ فراہم کیا جو کسی دوسرے ذریعہ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ نسل، نسب، زبان، رنگ، وطن، معاشی مفاد اور دوسری جتنی چیزیں سوسائٹی کی بنیاد بنتی ہیں وہ لازمی طور پر انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کا تہ متقابل بنا دیتی ہیں۔ ان میں اگر موافقت ہوتی ہی ہے تو اغراض کی بنا پر ایک ناپایدار عارضی موافقت ہوتی ہے۔ کشمکش اور جنگ اس تقسیم کی عین فطرت میں داخل ہے اور اس کا لازمی نتیجہ بے انصافی ہے۔

اس کو دور کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ تمام انسانوں کو خدا کی بندگی پر متحد کیا جائے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس پیدا کر کے انہیں انصاف پر آمادہ کیا جائے۔

قومیت اور طبقات کے بجائے خدا کی بندگی اور خلافت کے تصور پر جس عالمگیر سماجی زندگی کی بنیاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اس کے ہر پہلو کو انہوں نے پائیدار اخلاقی اصولوں پر ڈھال دیا۔ ان کے پیش کئے ہوئے اخلاقیات تارک الدنیا درویشوں کے لئے نہیں تھے بلکہ دنیا کا کام چلانے والے لوگوں کے لیے تھے۔ کسان، زمیندار، مزدور، کارخانہ دار، ماجر، خریدار، پولیس مین، مجسٹریٹ، کلکٹر، جج، گورنر، سپاہی اور سپہ سالار، وزیر اور سفیر ہر ایک کو اس کے دائرہ عمل میں انہوں نے اخلاق کے ایسے ضابطوں سے باندھ دیا جس کی بندشوں کو کھوٹا اور کٹنا، جس کے اصولوں کو بنانا اور بگاڑنا افراد یا رائے عوام کی خواہشات پر منحصر نہیں تھا۔ انہوں نے معاشرت اور شخصی تعلقات کو، آرٹ اور ادب کو، کاروبار اور لین دین کو، سیاست اور انتظامِ ملکی کو، بین الاقوامی تعلقات اور صلح و جنگ کو، غرض انسانی زندگی کے سارے معاملات کو، اخلاق کا پابند بنایا اور جو چیز بھی انسانی زندگی سے تعلق رکھتی ہو اس کا یہ حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اخلاق کی بندشوں سے آزاد ہو کر نشوونما پائے۔

یہ وہ بڑے بڑے اصول تھے جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلاحی پروگرام مبنی تھا۔ اس پروگرام کو عمل میں لانے کے لئے انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ انفرادی اصلاح سے شروع ہوتا تھا۔ ان کی نگاہ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اجتماعی اصلاح کے ہر نقشہ کا دار و مدار بالآخر افراد ہی پر پڑے گا کیونکہ کسی بہتر سے بہتر نظام بھی کمزور کیرکٹر اور ناقابل اعتماد سیرت کے لوگوں کو بے کام میا پی کے ساتھ نہیں چلایا جاسکتا۔ افراد کی سیرت کی خامیوں سے ایک نظام کے عمل درآمد میں جو رخنے اور شکاف پڑتے ہیں، انہیں کاغذ پر نہیں بھرا جاسکتا۔ کاغذ کی دنیا میں آپ مختلف ممکن جوابوں کے سدباب کا جس قدر چاہیں خیالی انتظام کر لیں لیکن عمل کی دنیا میں اس کاغذی نقشہ کو چلانے کا انحصار بہر حال کارکن افراد ہی پر ہوگا۔ یہ افراد اگر بجائے خود خواہشات، اغراض اور تعصبات سے شکست کھا جانے والے لوگ ہوں، اگر ان کے اندر سچا ایمان اور نچتہ کیرکٹر نہ ہو، تو آپ کی ساری خیالی احتیاطوں کے باوجود اس نظام میں

رہنے پڑیں گے اور ایسی ایسی جگہوں سے پڑیں گے جہاں تک آپ کا تصور بھی نہ جاسکے گا۔ بخلاف اس کے کاغذ پر ایک نظام کو دیکھ کر آپ اس میں بہت سے رخنوں کا امکان ثابت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کو چلانے کے لئے اگر بھر دے کے قابل افراد موجود ہوں تو ان کا صحیح عمل ان سارے رخنوں کو بھر دے گا جن کے رونما ہونے کا امکان عالم خیال میں آپ کو نظر آتا ہو۔

اسی بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی ساری قوت ایسے افراد کو تیار کرنے پر صرف کی جو ان کے پروگرام کے مطابق بہترین طریقہ پر دنیا کی اصلاح کر سکتے ہوں۔ انہوں نے ایسے لوگ تیار کیے جو ہر حال میں خدا سے ڈر کر بدی سے پرہیز کرنے والے ہوں۔ جو اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہوں۔ جو ہر اس کام سے بیک جانے والے ہوں جس کے متعلق انہیں خدا کی ناراضی کا اندیشہ ہو اور ہر اس کام میں دل و جان سے کوشش کرنے والے ہوں جس کے متعلق انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا اس سے ناخوش ہوگا۔ جنہیں خدا کی خوشنودی پر اپنی کسی چیز کو قربان کرنے میں تامل نہ ہو۔ جن کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف کسی کی مہربانی کا لالچ، اور کسی کے انعام کی تمنا نہ ہو۔ جن کے لئے پبلک اور پرائیویٹ زندگی میں کوئی فرق نہ ہو۔ جو رات کے پردوں میں بھی اتنے ہی نیک شریف، اور پرہیزگار ہوں جتنے پبلک میں منظر عام پر نظر آئیں۔ جن پر یہ بھروسہ کیا جاسکے کہ بندہ کا بیخدا کی جان، مال، آبرو اگر ان کے چارج میں دے دی جائے تو دنیاوت کا ثابت نہ ہوں گے۔ اپنی ذات یا اپنی قوم اور حکومت کی طرف سے کوئی جھڑکیں تو بے وفائے نکلیں گے۔ انصاف کی کڑی پر بھروسہ جائیں تو ظالم نہ پائے جائیں گے۔ عین دین کے بازاء میں بیٹھیں تو بدعت مانگی نہ کریں گے۔ حق مانگنے میں چاہے سست ہوں مگر حق ادا کرنے میں سست نہ ہوں گے۔ اور اپنی ذہانت، ہوشیاری، تدبیر اور قوت و قابلیت کو راستی اور انصاف کے لئے اور انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کریں گے نہ کہ شخصی یا قومی اغراض کی خاطر دوسروں کو بے وقوف بنانے اور دوسروں کے حق تلف کرنے کے لیے۔

کامل پندرہ سال تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے افراد کی تیاری میں لگے رہے۔ اس مدت میں آپ نے حق پرستوں کی ایک مٹھی بھر جماعت تیار کر لی جو صرف عرب کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کی

اصلاح کے لئے بچا غرم رکھتی تھی اور بس میں عرب کے علاوہ دوسری قوموں کے افراد بھی شامل تھے۔ اس جماعت کو منظم کرنے کے بعد آپ نے وسیع پیمانہ پر سماج کی اصلاح کے لئے عملی جدوجہد شروع کی اور صرف آٹھ برس میں بارہ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سرزمین عرب کے اندر مکمل اخلاقی، معاشی، تمدنی اور سیاسی انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔

پھر وہی جماعت جسے آپ نے منظم کیا تھا عرب کی اصلاح سے فارغ ہو کر آگے بڑھی اور اس سنہ اُس زمانہ کی مہذب دنیا کے بیشتر حصے کو اس انقلاب کی برکتوں سے مان مال کر دیا جو عرب میں رونما ہوا تھا۔ آج ہم نئے نظام نئے نظام ذیہ آرڈر کی آوازیں ہر طرف سے سن رہے ہیں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جن بنیادی خرابیوں نے پرانے نظام کو آخر کار قند بنا کر چھوڑا وہی اگر صورت بدل کر کسی نئے نظام میں بھی موجود ہوں تو وہ نیا نظام بڑا کب۔ وہ تو وہی پرانا نظام ہوگا جس کے کاٹنے اور ڈسنے سے جاں بلب ہو جانے کے بعد ہم نئے نظام کا تریاق مانگ رہے ہیں۔ انسانی اقتدار اعلیٰ، خدا سے یہ نیازی دیکھ خونی، قومی و فسل اتیانات، حکمرانوں اور طبقوں کی سیاسی و معاشی خود غرضی، اور نا خدا ترس افراد کا دنیا میں بدتر اقتدار مہمنا، یہ ہیں وہ اصلی خرابیاں جو اس بوقت تک فطرت انسانی کو تباہ کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی اگر سجادہی زندگی کا نظام، انہی خرابیوں کا شکار رہا تو یہ بھی تباہ کرتی رہیں گی۔ اصلاح اگر ہو سکتی ہے تو انہی اصولوں پر ہو سکتی ہے جن کی طرف انسانیت کے ایک پتے بھی خواہ نے اب سے صدیوں پہلے ہماری نفس رنجانی ہی نہ کی تھی بلکہ عملاً اصلاح کر کے دکھائی تھی۔

۳۰۔ مابقیہ سلسلہ